

اس طرز گفتار میں صرف اشارات و کنایات ہیں جبکہ ہر ایک شخص جدا جدا  
 معنی بیان کرتا ہے اور اشارات و کنایات میں ہوتا یہی ہے کہ کوئی معنی  
 معین و مقرر نہیں ہو سکتا کیونکہ جہاں صراحت اور وضاحت نہ ہو تو سامع کا  
 خیال اور اک معنی کے لئے چوں طرف دوڑتا ہے اور جو معنی اُسکے ذہن میں  
 درگم ہوں انہی معنوں کو کچھ یقین اور کچھ شبہ کے ساتھ یہ سمجھتا ہے کہ قائل کا  
 مقصود ہے ایسے ایسی طرز گفتار کو شعر کے فصاحت شعار ناپید کرتے  
 ہیں اور محبوب جانتے ہیں کیونکہ وہ آیات بینات کے شائق و طالب ہیں  
 اس شعر کے ایک دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ دیدہ اختر ہمارے  
 معشوق کی طرف کہلا ہوا ہے نہ ہماری طرف۔ یعنی کواکب و سیارات ہمارے  
 معشوق کے نظارہ میں اور ہمارے محبوب کے دیکھنے میں مصروف ہیں لہذا  
 ان کی روشنی ہمارے کاشانہ تک نہیں پہنچتی۔ اور اسوجہ سے ہمارا گہر  
 ہمارا ایک اور ہمارے گھر میں بلاؤ نکانزول ہو رہا ہے اُدھر ہی کو۔  
 یعنی معشوق کے طرف۔

شعلہ جو آلہ ہر ایک حلقہ گرداب

شب کہ برق سوزن سے ہر ابر تھپتا

اس شعر کے مصرع ثانی میں تھا کی جگہ بود لکھ دیکھتے تو سالم مصرع فارسی  
 بنجاتا ہے مصرع شعلہ جو آلہ ہر ایک حلقہ گرداب بود اور پہلے مصرع میں  
 اور تھا دو لفظ اردو کے ہیں باقی کل الفاظ اور تراکیب فارسی کے ہیں۔  
 میرزا کا کلام سمجھنے میں اردو والوں کو جو وقتیں پیش کرتی ہیں ازاں جملہ

ایک وقت یہ بھی ہے کہ میرزا کے کلام میں فارسی بہت ملی ہوئی ہے اور فارسی  
 یہی وہ فارسی جو میرزا بیدل اور ناصر علی کی فارسی ہے نہ کہ فصحا سے عجم کی  
 فارسی ظاہر ہے کہ بیدل اور ناصر علی کی فارسی میں ایسے شکل تراکیب اور پیچیدہ  
 اسالیب کثرت سے موجود ہیں جو اصلی فارسی یعنی روضہ ایران میں نہیں  
 ہیں۔ اس واسطے اہل لسان اور ان کے پیرو بیدل اور ناصر علی کی فارسی کو  
 فارسی ہندی اور بے معنی اور لغو و پوچ و پا در ہوا و خرافات کے خطابات  
 دیا کرتے ہیں۔ حوالہ = بہت اطراف پہنچو والا۔ یہہ مسالغہ کا صیغہ ہے۔  
 اسکا مصدر جوں ہے اور جوں کے معنی اطراف پہنچنے کے ہیں۔ یہہ لفظ  
 شعلہ تیز و تند کی صفت میں اکثر آتا ہے۔ شعلہ حوالہ یعنی وہ شعلہ جو جلانے  
 کے لئے اطراف بہت پھرتا ہو۔ جوں فتح کے ساتھ آتا ہے  
 یعنی جیم پر فتح ہے۔ زہرہ آب ہونا = زہرہ پکھیل جانا  
 یعنی نامرد ہو جانا بہت ڈرنا۔ نہایت خوف کہا نا یہہ فارسی  
 محاورے زہرہ آب شدن کا ترجمہ ہے زہرہ فارسی میں پتے کو  
 کہتے ہیں شاعر نے اس شعر میں سوز دل کو برق کے ساتھ  
 تشبیہ دی ہے اور کہتا ہے کہ میرے سوز دل سے رات کو  
 ابر بہت ڈرتا تھا کیونکہ میرے سوز دل کا ہر ایک شعلہ حوالہ حلقہ گرداب  
 کی مانند تھا۔ ظاہر ہے کہ جوشی گرداب میں آجاتی ہے وہ پھر نجات  
 نہیں پاتی اور گہوم گہوم کر ہلاک ہو جاتی ہے۔ اس واسطے ابراہیمی  
 ہلاکت سے خوف کہتا تھا کہ مبادا کسی شعلہ حوالہ میں پھنس جاؤں گا

تو ہلاک ہو جائیگا۔

وان کریم کو غذا پاشن تھا غناں گہیر خرام  
گر یہ کریاں پینہ پاشن کف سیداب تھا

یعنی ہمارے پاس نے میں معشوق کو یہ عذر تھا کہ بارش ہے اسوجہ سے  
معشوق آئینہ میں سکتا تھا کیونکہ کچھ اور پانی میں آنا ممکن تھا اور معشوق کی  
جدائی و فرقت میں ہمارا یہہ حال تھا کہ ہم بہت روتے تھے اور ہم اسقدر  
روئے کہ ہمارے گریہ سے ہماری پاشن کا پینہ کف سیلاب کی طرح پانی پر یعنی  
آب گریہ پر تیر رہا تھا بلکہ کف سیلاب نہ تھا پینہ پاشن ہی تھا جو تیر رہا تھا۔  
پینہ اور کف میں مشابہت ہے اور وہ شبہ سفیدی و نرمی ہے۔ پاشن  
یعنی نکیہ۔

یان نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بزمی  
جلوہ گل وان سبب صحبت اجاب تھا

یان نفس الخ اس مصرع کی ترکیب نحوی یہ ہے کہ نفس فاعل ہے اور روشن  
کرتا تھا اسکا فعل مرکب ہے اور شمع بزم بزمی مفعول بہ ہے یعنی ہمارا  
نفس بزم بزمی کی شمع کو یہاں روشن کرتا تھا۔ روشن کرنا = مصدر  
مرکب ہے نفس مذکر ہے جیسا کہ قرآن نے یہاں باندھا ہے۔ اس مصرع  
کے یہہ معنی ہیں کہ ہم بسبب شدت غم و اندوہ کے بخود ویہوش تھے۔

یان ہر شور شور ابی سے تھا لوار جو  
وان وہ فرقنا ز محبوبا پاشن کخواب تھا

دوسرے مصرع کے یہ معنی ہیں کہ مستحق آرام و استراحت کر رہا تھا۔ فوق ناز  
یعنی سہ ناز فرق تالو کو کہتے ہیں مگر یہاں قاعدہ مجاز میں اس کے رو سے  
سہ مراد ہے۔ محو یعنی مصروف و مشغول۔ بالمش = تکیہ کچھو اب =  
ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہے جو قیمتی زردوزمی ٹیکسٹس ہوتا ہے۔ پیر شور = دیوانہ  
شور سے بہرا ہوا۔ دیوار جو = دیوار دیوڈنے والا۔ جو یہاں امر کا  
صیغہ ہے جستن سے۔ دیوار جو اسم فاعل ترکیبی ہے۔

تا گہان اس رنگ سے نیا پیکانے لگا | دل کو دوق کاوش ناخن سے نیا تھجا

یہاں ناخن حقیقی مراد نہیں ہے بلکہ ناخن مجازی مراد ہے۔ رنگ یعنی طرز  
و طریقہ طور۔ پیکانے لگانے کا فاعل دل ہے۔

نالہ دہین شہ انداز اثر نیا تھجا | تھا پسند بزم وصل غیر کو نیا تھجا

پہلے مصرع کے یہہ معنی ہیں کہ رات کو نالہ دل میں اثر تھا اور نالہ دل غیر موثر تھا  
مصرع دوم میں اثر نہونے کا ثبوت بیان کیا ہے اور اس مصرع کی ابتدا میں  
کیونکہ کا لفظ مقدم ہے۔ اور اس مصرع ثانی کے یہہ معنی ہیں کہ وصال یا  
سے غیر کامیاب تھا کہ میں۔ مطلب یہہ ہے کہ دل میرا پسند بزم تھا ظاہر  
ہے کہ پسند آگ پر بقیار ہوتا ہے اس سے یہہ کنایہ کیا کہ میرا دل بقیار  
اور بیتاب تھا اور بقیاری کی وجہ یہہ تھی کہ وصل غیر کو دیکھتا تھا چونکہ وصل  
یا غیر کو حاصل تھا اور اس وجہ سے میرا دل بقیار تھا تو معلوم ہوا کہ نالہ دل

میں رات کو کچھ اشر نہیں تھا۔ اگر میری ناکہ دل میں اشر ہوتا تو غیر کا سباب  
 ہوتا۔ چونکہ سپند کو آتش پر ڈالنے سے چٹ پٹ کی آواز آتی  
 ہے لہذا یہاں لفظ سپند ناکہ دل کے ساتھ کمال مناسبت اور لطف  
 رکھتا ہے سپند = کسی قسم کے بیج اور تخم میں جنکو نظر بد و فحش کرنے کیلئے  
 جلاتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ مہندی کے بیجوں کو سپند کہتے ہیں  
 ذرا سے تغیر میں مصرع ثانی فارسی بن گیا مصرع بد سپند بزم وصل غیر را  
 بیتاب بود۔

مقدم بیدار سے دل کی نشاط آہنگ | خانہ عاشق مگر ساز صد آب تھا

نشاط آہنگ - یعنی خوشی کی الاپ رکھنے والا یعنی خوش و مسرور و شاد  
 و آہنگ نشاط دار زدہ - یہ اسم صفت مرکب ہے اور یہ ترکیب خیال بند  
 کی مخترعہ ہے۔ اہل سان ایسے تراکیب محدثہ سے احتراز کرتے ہیں  
 مقدم = آنا - آمدن - ساز = ہاجہ کو کہتے ہیں - اس شعر میں کوئی  
 معنوی خوبی نہیں ہے بلکہ پھیکا تکلف ہے۔ کیا = تعظیم کی واسطے  
 آیا ہے۔ کیا نشاط آہنگ یعنی بہت نشاط آہنگ - دوسرے مصرع  
 میں تھا کی جگہ بود لکھ دینے سے سالم مصرع فارسی بن گیا مصرع خانہ  
 عاشق مگر ساز صد سے آب بود - دیکھئے مزار پر فارسی کس قدر غالب ہے

نارشاہ یا خاستر نشینی کیا کہن | پہلو اندیشہ وقف بستر سنجاب تھا

یہ شعر ذرا سے تغیر میں پورا فارسی بنجاتا ہے شعر نازش ایام خاک نشینی  
چون کنم پہلو اندیشہ وقف بستر سنجاب بود -

یا دگر وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیر و کام | انتظار صیدین کی دیدنیو انتہا

یعنی کسی دن تو عاشقوں کی تلاش کرتا تھا اور تجھ کو عاشق نہیں ملتے تھے  
اور آج یہ حال ہے کہ سیکڑوں عاشق تیرے موجود ہیں اور تجھ کو انکی  
کچھ پروا نہیں ہے -

ایسین چون اور ماتم یک شہر آرزو | تو راجو نے آئینہ مثال دارتھا

یہ شعر سچیدہ اور مشکل ہے اور طرز خیال بندری کا عمدہ نمونہ ہے  
اس شعر کی شرح میں یہ بات بتانی چاہئے کہ ماتم کا ہیکو کرتا ہے  
اور ماتم کرنے کی وجہ کیا ہے لفظ آرزو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ  
یہاں آئینہ سے قائل کا دل مراد ہے کہ جہی کو تو قائل ماتم کر رہا ہے  
یعنی اپنے دل کے ٹٹنے کی وجہ سے ماتم کرتا ہے اور دل ہی ایسا دل  
جو آرزوؤں سے بھرا ہوا تھا مصرع دل را شکستہ نہ کہ گو ہر شکستہ کا  
سامضمون ہے - یک شہر آرزو = شہر کو بلا اضافت پڑھنا چاہئے  
اسکے معنی میں آرزو بقدر ایک شہر کے - مراد کثرت آرزو سے ہے  
اس قسم کے تراکیب خیال بندوں کے یعنی ناصر علی اور سیدل کے  
کلام میں بہت مستعمل ہوتے ہیں بلکہ ان تراکیب کے بانی یہی لوگ ہیں -